THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.2 2026

احمد مشتاق:ایک صاحبِ اسلوب شاعر

AHMAD MUSHTAQ : A POET OF DISTINGUISHED STYLE

فرمان محمد شاہ

لائبریرین، گورنمنٹ ایسوسی ایٹ کالج آف کامرس پاک پتن

Abstract :

This article examines the stylistic uniqueness and poetic contribution of Ahmad Mushtaq, a prominent voice in contemporary Urdu poetry. Ahmad Mushtaq is recognized as one of the significant poets of modern Urdu ghazal who successfully blends classical tradition with modern sensibility. His poetry is marked by simplicity of language, economy of expression, emotional depth, and a reflective tone. Themes such as loneliness, memory, the subtle complexities of human existence, and the quiet melancholy of urban life frequently appear in his verses. Despite the simplicity of diction, his poetry carries profound meanings and intellectual sensitivity. This study analyzes the stylistic features, thematic concerns, and literary significance of Ahmad Mushtaq's poetry within the broader context of the Urdu ghazal tradition. The analysis reveals that his poetic expression introduces a refined and contemplative dimension to modern Urdu ghazal and establishes him as a distinctive stylistic voice in contemporary Urdu literature.

Keywords :

احمد مشتاق، اردو غزل، اسلوب، داخلی احساس، تنہائی، معاصر ادب، گلستان، چشم غزالاں، داخلی کرب، یاد، سفر اور جدوجہد۔

معاصر اردو شاعری کی روایت میں احمد مشتاق کا نام نہایت وقار کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ وہ ان شعرا میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے جدید اردو غزل کو ایک نرم، مہذب اور داخلی لہجہ عطا کیا۔ احمد مشتاق کی شخصیت اور شاعری دونوں میں ایک خاص قسم کی سنجیدگی، وقار اور سادگی پائی جاتی ہے۔ یہی اوصاف ان کی شاعری کو معاصر شعری منظرنامے میں ایک منفرد مقام عطا کرتے ہیں۔ ان کی شاعری کا مطالعہ کرتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ شاعر نے زندگی کے تجربات کو نہایت گہرائی سے محسوس کیا اور انہیں سادہ مگر بامعنی زبان میں بیان کیا ہے۔

احمد مشتاق مارچ 1933ء میں ہندوستان کے شہر امرتسر میں پیدا ہوئے۔ تقسیم ہند کے بعد وہ پاکستان آگئے اور لاہور کو اپنا مسکن بنایا۔ لاہور کی ادبی فضا نے ان کی تخلیقی شخصیت کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے دسویں کا امتحان اگست 1948ء میں لاہور میں پاس کیا۔ اس کے بعد ایف۔ اے اور بی۔ اے پرائیویٹ کے طور پر کرنے کے بعد جامعہ پنجاب سے ایم۔ اے اردو امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔ پیشے کے اعتبار سے بینکار رہے۔ 1984ء پاکستان سے امریکہ سکونت اختیار کی۔ وہاں پر بینک میں ملازمت کی اور 1988ء میں ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد فلوریڈا کا سفر کیا اور اب ہوسٹن میں رہائش پذیر ہیں۔ ان کا شمار صاحب اسلوب شعرا میں ہوتا ہے۔ انہوں نے مختلف ادبی اور صحافتی اداروں سے وابستہ رہتے ہوئے اپنی ادبی سرگرمیوں کو جاری رکھا۔

احمد مشتاق بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں مگر ان کی شاعری میں نظم اور دیگر اصناف کی جھلک بھی ملتی ہے۔ جنہوں نے روایت سے وابستگی برقرار رکھتے ہوئے اپنے لیے ایک الگ شعری لہجہ پیدا کیا۔

ان کی شاعری "کلیاتِ احمد مشتاق" کے نام سے سنگ میل پبلی کیشنز لاہور نے شائع کی۔ گردِ مہتاب، آسماں روشن ہے، اوراق خزانی، دریا کی تہہ میں، تک ان کے شعری سفر میں اس بات کا شدت سے انتظار ہوتا ہے کہ یہ ایک ایسے شخص کی شاعری ہے جس نے اپنی زندگی کا طویل سفر تنہائی میں معاشرے کے ایک خوف زدہ فرد کی طرح گزارہ ہے۔ جس کا نہ تو کوئی اپنا متحرک کردار زندگی میں رہا ہے اور نہ اس کے ارد گرد زندگی بھاگتی دوڑتی رہی ہے۔ ان کی شاعری میں زندگی کے گہرے تجربات، انسانی رشتوں کی نزاکت اور وقت کے گزرنے کا احساس نمایاں طور پر موجود ہے۔ ان کے اشعار میں ایک مدھم سی اداسی، ایک نرم سی یاد اور ایک خاموش سا سکوت ہمیشہ محسوس ہوتا ہے۔ نظیر صدیقی اپنے ایک مضمون "جدید اردو غزل۔۔۔ پاکستان اور ہندوستان میں "احمد مشتاق کی غزل کے بارے میں رقم طراز ہیں:

> "احمد مشتاق ان نئے شاعروں میں سے ہیں کہ جنھوں نے ناصر کاظمی کے اچھے اور برے دونوں ہی اثرات قبول کیے ہیں۔۔ اس کے باوجود اپنا ایک اسلوب پیدا کرتے نظر آرہے ہیں۔ ان کے یہاں محاوروں اور زبان کے گفتاری ٹکڑوں سے کام لینے کا رجحان نمایاں ہے۔ ہندی الفاظ کے استعمال کی طرف خاصا جھکاؤ ہے۔ دل کی بات کو بلا جھجک کہہ دینا ان کا خاص وصف ہے۔ ان کے یہاں بڑی دل کش سادگی پائی جاتی ہے۔ وہ جدید غزل کے بہت اچھے نمائندوں میں سے ہیں"۔(1)

احمد مشتاق کو ایک صاحبِ اسلوب شاعر کے طور پر پہچانا جاتا ہے۔ اسلوب دراصل کسی شاعر کے اظہار کا وہ مخصوص انداز ہوتا ہے جو اسے دوسرے شعرا سے ممتاز بناتا ہے۔ احمد مشتاق کے اسلوب کی بنیادی خصوصیت سادگی، نرمی اور داخلی گہرائی ہے۔ ان کے ہاں زبان نہایت سادہ ہے مگر یہی سادہ زبان اپنے اندر گہری معنویت سموئے ہوئے ہوتی ہے۔ ان کے اشعار میں اکثر ایسے الفاظ استعمال ہوتے ہیں جو روزمرہ زندگی میں عام طور پر بولے جاتے ہیں مگر شاعر انہیں ایک نئی معنوی جہت عطا کر دیتا ہے۔ ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد، احمد مشتاق کی غزل کے بارے میں کہتے ہیں:

> "احمد مشتاق کے اسلوب میں ناصر کاظمی کا رنگ پوری تابانی کے ساتھ جھلکتا ہے۔ انہوں نے نئے نئے استعاروں اور علامتوں کے استعمال سے غزل کی تہ داری میں اضافہ کیا ہے۔ تکنیکی اعتبار سے ان کی غزل ان تمام عناصر و لوازم کی پاسداری کرتی ہے جن پر ہمیشہ غزل کو اسرار رہا ہے۔ احمد مشتاق کی زبان کی سادگی ان کی معنی آفرینی کو پورے رکھ رکھاؤ کے ساتھ جامہ اظہار عطا کرتی ہے"(2)

احمد مشتاق کی شاعری میں تنہائی اور یاد کا احساس ایک مستقل موضوع کے طور پر سامنے آتا ہے۔ جدید شہری زندگی میں انسان جس داخلی تنہائی کا شکار ہے، احمد مشتاق نے اس کیفیت کو نہایت حساس انداز میں بیان کیا ہے۔ ان کے اشعار میں اکثر شام کی خاموشی، خالی گلیوں کی اداسی اور گزرے ہوئے لمحوں کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ یہ تمام عناصر مل کر ایک ایسی فضا پیدا کرتے ہیں جو قاری کے دل میں ایک نرم اور گہرا اثر چھوڑتی ہے۔ انتظار حسین، احمد مشتاق کی غزل کے متعلق "کلیات احمد مشتاق "(مطبوعہ 2009ء سنگ میل لاہور) کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

> "مشتاق کہانی کو وہاں سے پکڑ تا ہے جہاں وہ ختم ہوتی نظر آتی ہے۔ وہ عمل کا شاعر نہیں ہے، عمل کے انجام کا شاعر ہے"۔(3)

ان کے اشعار میں نہ تو الفاظ کی پیچیدگی ہے اور نہ ہی مبالغہ آمیز جذباتیت، مگر اس کے باوجود ایک گہری داخلی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔ یہی سادگی دراصل احمد مشتاق کے اسلوب کی اصل طاقت ہے۔ ان کی شاعری میں فضاسازی کی صلاحیت بھی نمایاں ہے۔ وہ چند سادہ لفظوں کے ذریعے ایک مکمل منظر تخلیق کر دیتے ہیں۔ ان کے اشعار میں شام کا دھندلکا، تنہا مسافر، خالی سڑکیں اور گزرے ہوئے لمحوں کی یادیں ایک خاص شعری منظرنامہ تشکیل دیتی ہیں۔ یہ فضا دراصل انسانی زندگی کی ناپائیداری اور وقت کے گزرنے کے احساس کی علامت بن جاتی ہے۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.2 2026

ان کی شاعری میں روایت اور جدت کا حسین امتزاج بھی نظر آتا ہے۔ انہوں نے کلاسیکی اردو غزل کی روایت سے گہرا رشتہ قائم رکھا مگر ساتھ ہی جدید دور کی حساسیت کو بھی اپنی شاعری میں جگہ دی۔ ان کے ہاں میر کی سادگی اور غالب کی فکری گہرائی کی جھلک محسوس ہوتی ہے مگر اس کے باوجود ان کا لہجہ مکمل طور پر انفرادی ہے۔ بہت سے شعرا ان سے متاثر ہوئے اور انہوں نے ان کی زمین میں بہت کچھ لکھا۔ خالد علوی، احمد مشتاق کی انفرادیت کے متعلق اپنی کتاب "غزل کے جدید رجحانات" میں لکھتے ہیں:

"احمد مشتاق نے نہ صرف اپنی انفرادی آواز کی تشکیل کی بل کہ ہندوپاک کے لاتعداد شعرا کو متاثر کیا"(4)

احمد مشتاق کی شاعری کے بارے میں ناقدین نے بھی مثبت آراء پیش کی ہیں۔ بعض نقادوں کے نزدیک احمد مشتاق کی غزل میں ایک خاص قسم کی داخلی سنجیدگی اور تہذیبی وقار موجود ہے جو اردو غزل کی روایت کو ایک نئی معنوی جہت عطا کرتا ہے۔ ان کے ہاں جذبات کا اظہار نہایت مہذب اور نرم انداز میں ہوتا ہے جس کے باعث ان کی شاعری میں ایک خاص جمالیاتی حسن پیدا ہو جاتا ہے۔

احمد مشتاق کی شاعری کا مطالعہ ہمیں یہ احساس دلاتا ہے کہ وہ محض ایک شاعر نہیں بلکہ ایک حساس مشاہدہ رکھنے والے تخلیق کار ہیں۔ انہوں نے زندگی کے معمولی تجربات کو بھی ایک خاص شعری معنویت عطا کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اشعار پڑھتے ہوئے قاری کو محسوس ہوتا ہے کہ شاعر اس کی اپنی داخلی کیفیتوں کو بیان کر رہا ہے۔ احمد مشتاق کی شاعری کا ایک اہم وصف یہ بھی ہے کہ ان کے ہاں داخلی تجربہ نہایت خاموش اور مہذب انداز میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ ان کے اشعار میں جذبات کا اظہار بلند آہنگ یا خطیبانہ انداز میں نہیں بلکہ ایک مدھم اور گہری کیفیت کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری قاری کے دل میں آہستگی کے ساتھ اترتی ہے اور دیر تک اثر قائم رکھتی ہے۔ ان کے ہاں لفظوں کی ترتیب اور صوتی آہنگ بھی ایک خاص شعری حسن پیدا کرتے ہیں۔ اسلوب کی یہ لطافت دراصل ان کے تخلیقی شعور کی پختگی کی علامت ہے۔

احمد مشتاق کی شاعری میں جدید اور جدید تر غزل کے خدوخال، زبان، علامت و استعارات پائے جاتے ہیں۔ ان کی غزلوں میں علامت اور استعارے کا خوب صورت استعمال ملتا ہے۔ یہ فنی حوالے کی شاعری میں نکھار پیدا کرتا ہے۔ ان کی شاعری میں دریا، آسمان، بادل، شادابی، ہوا، دشمن، موت، امید، وقت، ہجر، جدائی، خاموشی، خون ارزاں، خود غرضی، درد، حسن و محبت، آرزو، چاند، گلستان، چشم غزالاں، جیسی معروف علامات اور استعارات کا بر محل استعمال ملتا ہے۔ وہ الفاظ کو نئے معنوی پیکر عطا کرنے کا ہنر بخوبی جانتے ہیں۔ اسی لیے ڈاکٹر غافر شہزاد، احمد مشتاق کی غزل کے بارے میں رقم طراز ہیں:

" جہاں بھی جدید غزل کی بات ہوتی ہے۔ اس میں احمد مشتاق اہم شاعر کے طور پر جانے جاتے رہے ہیں۔ اس بارے میں کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس کا سبب احمد مشتاق کا پاک ٹی ہاؤس کا وہ حلقہ ہے جس میں وہ باقاعدگی سے بیٹھتے رہے اور ان کے دوست ان سے حق دوستی نبھاتے چلے آ رہے ہیں"۔(5)

جدید اردو غزل کے اہم اور معتبر شعرا میں احمد مشتاق کا نام نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری میں داخلی کیفیات، انسانی تنہائی، معاشرتی جبر اور عہدِ حاضر کی فکری پیچیدگیوں کو نہایت لطیف اور علامتی انداز میں پیش کیا ہے۔ احمد مشتاق کی غزل کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ براہِ راست اظہار کے بجائے علامتوں اور استعارات کے ذریعے اپنے احساسات کو بیان کرتے ہیں۔ ان کی شاعری میں ایسے الفاظ اور پیکر بار بار سامنے آتے ہیں جو بظاہر سادہ معلوم ہوتے ہیں مگر اپنے اندر گہرے معنوی جہان رکھتے ہیں۔ اس طرح ان کی غزل قاری کو صرف ایک سطح پر نہیں بلکہ کئی معنوی سطحوں پر سوچنے پر مجبور کرتی ہے۔

احمد مشتاق کی شاعری میں دشمن ایک اہم علامت کے طور پر سامنے آتا ہے۔ یہ دشمن صرف کسی فرد یا مخالف قوت کا نام نہیں بلکہ اس سے مراد وہ تمام حالات، قوتیں اور رویے بھی ہیں جو انسان کے وجود اور اس کی آزادی کے خلاف ہوتے ہیں۔ بعض اوقات یہ دشمن سماجی ناانصافیاں ہوتی ہیں اور بعض اوقات انسان کے اپنے اندر پیدا ہونے والی شکست و ریخت۔ احمد مشتاق اس علامت کے ذریعے انسانی زندگی میں موجود کشمکش اور اضطراب کو نہایت بلیغ انداز میں پیش کرتے ہیں۔ احمد مشتاق کی غزل کا ایک شعر دیکھیے:

خیر بدنام تو پہلے بھی بہت تھے لیکن
تجھ سے ملنا تھا کہ پر لگ گئے رسوائی کو (6)

اسی طرح رات بھی ان کی شاعری میں ایک اہم علامت ہے۔ عام طور پر رات کو تاریکی، سکوت اور تنہائی کا استعارہ سمجھا جاتا ہے مگر احمد مشتاق کی غزل میں رات محض اندھیرا نہیں بلکہ ایک ایسی کیفیت ہے جس میں انسان اپنی ذات کے ساتھ تنہا ہو جاتا ہے۔ یہ رات کبھی غم کی علامت بنتی ہے، کبھی یادوں کی اور کبھی داخلی کرب کی۔ اس طرح شاعر رات کے پیکر کو مختلف معنوی جہات عطا کر دیتا ہے۔ بعض اشعار میں رات امید کے انتظار کی بھی علامت بن جاتی ہے کیونکہ ہر رات کے بعد صبح کا امکان بھی موجود ہوتا ہے۔ انہوں نے رات اور ملاقات کی کیفیت کو اس طرح بیان کیا ہے:

تم ملے بھی تو ملاقات نہ ہونے پائی
شام آئی تھی مگر رات نہ ہونے پائی (7)

گلشن بھی احمد مشتاق کی شاعری میں ایک اہم علامتی پیکر کے طور پر سامنے آتا ہے۔ گلشن عام طور پر حسن، زندگی اور تازگی کی علامت سمجھا جاتا ہے، مگر احمد مشتاق اس علامت کو مختلف انداز میں استعمال کرتے ہیں۔ ان کے ہاں گلشن کبھی معاشرے کی علامت بن جاتا ہے اور کبھی انسانی زندگی کے حسن و رعنائی کا استعارہ۔ بعض اوقات گلشن کی ویرانی دراصل معاشرتی زوال یا انسانی اقدار کی شکست کو ظاہر کرتی ہے۔ اس طرح گلشن کی علامت محض فطری حسن تک محدود نہیں رہتی بلکہ وسیع سماجی اور فکری مفاہیم اختیار کر لیتی ہے۔

احمد مشتاق کی شاعری میں چشمِ غزالاں کی علامت بھی نہایت معنی خیز ہے۔ یہ صرف محبوب کی آنکھوں کا ذکر نہیں بلکہ حسن، کشش اور جمالیاتی ادراک کا استعارہ ہے۔ شاعر جب چشمِ غزالاں کا ذکر کرتا ہے تو دراصل وہ اس حسنِ کائنات کی طرف اشارہ کرتا ہے جو انسان کے احساسات کو بیدار کرتا ہے۔ یہ علامت جمالیاتی شعور اور تخلیقی جذبے کو بھی ظاہر کرتی ہے۔ چشمِ غزالاں پر ایک شعر دیکھیے گا:

مسلسل یاد آتی ہے چمک چشمِ غزالاں کی
اکیلی ذات ہے اور رات ہے جنگل بیاباں کی (8)

اسی طرح ہوا بھی احمد مشتاق کی غزل میں بار بار نظر آنے والی علامت ہے۔ ہوا حرکت، تبدیلی اور پیغام کی علامت کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ بعض اوقات ہوا ماضی کی یادوں کو تازہ کر دیتی ہے اور کبھی یہ زمانے کی بے ثباتی کو ظاہر کرتی ہے۔ احمد مشتاق ہوا کے پیکر کو اس انداز سے برتتے ہیں کہ قاری کو زندگی کی ناپائیداری اور وقت کی رفتار کا احساس ہوتا ہے۔ ایک شعر سے اس کی تعبیر دیکھیے گا:

بہت رک کے چلتی ہے ہوا خالی مکانوں میں
بجھے ٹکڑے پڑے ہیں سگرٹوں کے راکھ دانوں میں (9)

ان کی شاعری میں تنہائی ایک مرکزی علامت کے طور پر سامنے آتی ہے۔ جدید دور میں انسان بظاہر ہجوم میں رہتے ہوئے بھی شدید تنہائی کا شکار ہے۔ احمد مشتاق اس نفسیاتی کیفیت کو نہایت گہرے اور موثر انداز میں بیان کرتے ہیں۔ ان کی غزل میں تنہائی صرف ایک خارجی حالت نہیں بلکہ ایک داخلی تجربہ ہے جو انسان کے احساسات اور سوچ کو متاثر کرتا ہے۔ اس تنہائی کے ذریعے شاعر جدید انسان کی بے چینی، اضطراب اور روحانی خلا کو نمایاں کرتا ہے۔ تنہائی کے تجربات سے وہ بخوبی واقف تھے۔ اس کیفیت کو وہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

وہ چھوڑ گیا ہے مجھ کو مشتاق
دریا نے بدل لیا ہے رستہ (10)

احمد مشتاق کی شاعری میں مسلسل جدوجہد اور انسانی حیات کی کشمکش بھی مختلف علامتوں کے ذریعے ظاہر ہوتی ہے۔ ان کی غزل میں ایسے پیکر ملتے ہیں جو زندگی کے سفر، جدوجہد اور امید کے استعارے ہیں۔ یہ علامتیں قاری کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کرتی ہیں کہ زندگی صرف سکون اور آسائش کا نام نہیں بلکہ مسلسل کوشش اور جدوجہد کا عمل بھی ہے۔

احمد مشتاق کے شعری کینوس پر زندگی کی چھوٹی چھوٹی کیفیات بھی بڑی معنویت کے ساتھ ابھرتی ہیں۔ ایک خاموش شام، کسی گزرے ہوئے لمحے کی یاد، کسی بچھڑے ہوئے رشتے کی بازگشت یا کسی خوابیدہ احساس کی ہلکی سی جھلک—یہ سب عناصر ان کی شاعری میں ایک نرم اور دل نشین فضا پیدا کرتے ہیں۔ ان کی شاعری میں انسانی زندگی کی ناپائیداری کا احساس بھی بار بار ابھرتا ہے مگر یہ احساس کسی مایوسی یا شکستگی کی صورت میں نہیں بلکہ ایک سنجیدہ فکری شعور کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احمد مشتاق کی شاعری کو پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ شاعر زندگی کے پیچیدہ تجربات کو نہایت سادہ مگر گہری زبان میں بیان کر رہا ہے۔ ان کی شاعری میں داخلی سکوت اور فکری توازن کی جو کیفیت پائی جاتی ہے وہ انہیں معاصر شعرا میں ایک منفرد مقام عطا کرتی ہے۔ ان کا اسلوب نہ صرف انفرادی ہے بلکہ اس میں ایک خاص تہذیبی شائستگی اور ادبی وقار بھی شامل ہے۔

احمد مشتاق کی شاعری کا سب سے نمایاں وصف ان کا منفرد اسلوب ہے۔ ان کے ہاں الفاظ کا انتخاب نہایت سادہ اور روزمرہ کے قریب ہوتا ہے مگر انہی سادہ الفاظ کے ذریعے وہ گہرے انسانی تجربات اور پیچیدہ احساسات کو بڑی خوبصورتی سے بیان کرتے ہیں۔ ان کی غزلوں میں تصنع اور مبالغہ کم اور فطری پن زیادہ دکھائی دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اشعار قاری کے دل میں براہِ راست اثر پیدا کرتے ہیں۔ احمد مشتاق کے اسلوب میں نرمی، لطافت اور ایک خاموش سی اداسی نمایاں طور پر موجود ہوتی ہے جو ان کی شخصیت اور فکری رویے کی بھی عکاسی کرتی ہے۔ ان کے اس شعر میں ان کے اسلوب کی عکاسی دیکھیے:

ہم اپنی دھوپ میں بیٹھے مشتاق
ہمارے ساتھ ہے سایہ ہمارا(11)
مل ہی جائے گا کبھی دل کو یقیں رہتا ہے
وہ اسی شہر کی گلیوں میں کہیں رہتا ہے(12)

ان کی شاعری میں علامت نگاری اور استعاراتی اظہار بھی ایک اہم عنصر ہے۔ وہ اپنی غزلوں میں ایسے الفاظ اور علامات استعمال کرتے ہیں جو بظاہر سادہ ہوتے ہیں مگر ان کے اندر معنویت کی کئی پرتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر رات، تنہائی، ہوا، راستہ، گھر اور سفر جیسی علامتیں ان کے ہاں بار بار سامنے آتی ہیں۔ یہ علامات انسانی زندگی کی بے ثباتی، داخلی کرب اور روحانی تنہائی کی نمائندگی کرتی ہیں۔ احمد مشتاق ان علامتوں کے ذریعے نہ صرف اپنے ذاتی تجربات بیان کرتے ہیں بلکہ پورے عہد کے احساسات کو بھی اظہار کا وسیلہ فراہم کرتے ہیں۔

احمد مشتاق کی غزل کا ایک اور اہم پہلو اس کی داخلی فضا ہے۔ ان کے ہاں خارجی واقعات سے زیادہ باطنی کیفیات کو اہمیت حاصل ہے۔ ان کے اشعار میں انسان کی تنہائی، محبت کی نارسائی، وقت کی بے رحمی اور زندگی کی بے ثباتی جیسے موضوعات بڑی شدت کے ساتھ سامنے آتے ہیں۔ تاہم وہ ان موضوعات کو کسی شور یا بلند آہنگ کے ساتھ پیش نہیں کرتے بلکہ ایک دھیمی اور پر سکون لہجے میں بیان کرتے ہیں۔ یہی دھیمہ لہجہ ان کے اسلوب کو منفرد بناتا ہے۔ مثلاً:

دل میں شور برابر ہے
کون اس گھر کے اندر ہے(13)
چلو ایسا مکان آباد کر لیں
جہاں لوگوں کی آوازیں نہ آئیں(14)

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.2 2026

ان کی شاعری میں سادگی کے باوجود گہرائی پائی جاتی ہے۔ احمد مشتاق پیچیدہ الفاظ اور مشکل تراکیب کے بجائے عام فہم زبان استعمال کرتے ہیں مگر ان کے اشعار میں فکری وسعت اور معنوی گہرائی موجود ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری بیک وقت عام قاری اور سنجیدہ ادب دوست دونوں کو متاثر کرتی ہے۔ ان کے اشعار پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے روزمرہ زندگی کے عام تجربات کو ایک نئی معنویت عطا کر دی ہے دیکھیے:

کسی کا چاند سا چہرہ اگر نگاہ میں ہے
تو اس کو چاند ہی گردان چاند سا نہ سمجھ(15)

احمد مشتاق کا اسلوب اس اعتبار سے بھی منفرد ہے کہ وہ روایت سے جڑے ہوئے ہونے کے باوجود جدید حسیت کو بھی اپنی شاعری میں جگہ دیتے ہیں۔ ان کی غزل میں کلاسیکی روایت کی لطافت بھی موجود ہے اور جدید دور کے انسان کی ذہنی اور جذباتی پیچیدگیاں بھی۔ یہی امتزاج ان کی شاعری کو عصری معنویت عطا کرتا ہے۔ وہ نہ تو مکمل طور پر روایت سے الگ ہوتے ہیں اور نہ ہی محض جدیدیت کی تقلید کرتے ہیں بلکہ دونوں کے درمیان ایک متوازن اور ہم آہنگ راستہ اختیار کرتے ہیں۔ ان کا لہجہ نہایت نرم، شائستہ اور باوقار ہے جس میں داخلی درد اور احساس کی شدت موجود ہوتی ہے۔ اس طرح احمد مشتاق کا اسلوب ایک ایسی شعری فضا پیدا کرتا ہے جس میں قاری خود کو شامل محسوس کرتا ہے۔

مختصراً کہا جا سکتا ہے کہ احمد مشتاق اردو غزل کے ان شعرا میں شامل ہیں جنہوں نے اپنی انفرادیت، فکری گہرائی اور اسلوبیاتی تازگی کے باعث ایک نمایاں مقام حاصل کیا۔ ان کی شاعری میں سادگی، علامت نگاری، داخلی کیفیات اور دھیمے لہجے کا حسین امتزاج ملتا ہے۔ یہی خصوصیات انہیں اردو ادب میں ایک صاحبِ اسلوب شاعر کے طور پر ممتاز بناتی ہیں اور ان کی غزل کو جدید اردو شاعری میں ایک اہم اور معتبر مقام عطا کرتی ہیں۔

حوالہ جات

1- نظیر صدیقی، جدید اردو غزل- ایک مطالعہ، گلوب پبلشرز، اردو بازار، لاہور، 1984ء، ص:60،61

2- ارشد محمود ناشاد، ڈاکٹر، اردو غزل کا تکنیکی، ہیئتی اور عروضی سفر، مجلس ترقی ادب، لاہور، 2008ء، ص:266

3- انتظار حسین، دیباچہ، کلیات احمد مشتاق، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2009ء:19

4- خالد علوی، غزل کے جدید رجحانات، ایجوکیشنل پبلشنگ، دہلی، 2006ء، ص252

5- غافر شہزاد، ڈاکٹر، مضمون (احمد مشتاق اور جدید اردو غزل کا تناظر) مشمولہ، سہ ماہی لوح، کتابی سلسلہ شمارہ: گیارہ، بارہ، جنوری تا جون، 2019ء، ص:442

6- احمد مشتاق، کلیات احمد مشتاق، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2009ء۔ ص:99

7- ایضاً، ص:131

8- ایضاً، ص:68

9-- ایضاً، ص:137

10-- ایضاً، ص:128

11- ایضاً، ص:216

12- ایضاً، ص:152

13- ایضاً، ص:95

14- ایضاً، ص:35

15- ایضاً، ص:89